عصرِ حاضر کے چیلنج اور علماء کرام کی ذمہ داریاں

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ‘‘۔ (الحجر:۹)

’’بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں‘‘۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

’’لایزال اللّٰہ یغرس فی ھٰذا الدین غرسًا یستعملھم فی طاعته‘‘۔(ابن ماجہ،ص:۳)

’’بے شک اللہ تعالیٰ اس دین میں پودے لگاتا رہتا ہے، پھر ان کو اپنی طاعت میں استعمال کرتا ہے‘‘۔

مندرجہ بالا آیت اور حدیث مبارکہ میں دین اسلام اور علماء کرام کی بقا وحفاظت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس لیے کہ جب قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی تو اس کے ضمن میں علماء کرام کی حفاظت بھی آ گئی، کیونکہ قرآن کریم کی ایک ظاہری اور حسی حفاظت ہے اور ایک باطنی اور روحانی حفاظت ہے۔ باطنی حفاظت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام سے ہے اور ظاہری حفاظت کا تعلق علماء کرام اور مساجد و مدارس کے ساتھ ہے تو جب تک قرآن عظیم اپنے ظاہری وجود کے ساتھ دنیا میں موجود رہے گا، علماء کرام کا وجود بھی باقی رہے گا۔ ابن ماجہ کی اس روایت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلسل اس دین کے باغیچہ میں طلبا اور علما کی شکل میں پودے لگاتا رہتا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ علماء کرام عوام کی ہدایت اور دین و دنیا کی رہنمائی کے لیے تاقیامت باقی رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور سب سے آخر میں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ بند فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نبوت کی ذمہ داریاں بطور وراثت اس امت کے علماء کرام پر ڈالی گئیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’العلماء ورثة الانبیاء‘‘۔ یعنی علماء کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ قرآن وحدیث کے ارشادات کے مطابق اس امت کے علما کا بہت بڑا مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں علماء کرام کے بارہ میں فرمایا کہ: ’’إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ‘‘ ... ’’اللہ کے بندوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے علما ہیں‘‘۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے‘‘۔ ۲:...... ’’فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لیے اس کے قدموں کے نیچے پر بچھاتے ہیں‘‘۔ ۳:...... ’’عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جس طرح چاند کی فضیلت ستاروں پر ہے‘‘۔ ۴:...... ’’عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر‘‘۔ ۵:...... ’’ایک فقیہ عالم شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے‘‘۔ جب قرآن وحدیث میں علما کا اتنا بڑا مقام ہے، تو ان کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہوں گی۔ نیز علماء کرام دین وعلم کی برکت سے کھاتے پیتے ہیں، عوام کے ہاں علم کی وجہ سے ان کی قدر ومنزلت ہے، گویا علماء کرام دین اسلام کے سپاہی ہیں، لہٰذا ان کو اپنے فرائض ایک دیانت دار سپاہی کی طرح ادا کرنے چاہئیں۔ بہرحال فتن جدیدہ کی بے شمار شکلیں ہیں، جو علماء کرام کے لیے چیلنج بنے ہوئے ہیں۔ چند بڑے فتنوں اور علماء کرام کی ذمہ داریوں کو ملاحظہ فرمائیں:

۱:...... علوم عصریہ کا چیلنج اور علما کی ذمہ داریاں

علوم عصریہ سے موجودہ زمانہ کے جدید علوم مراد ہیں، جن کا تعلق خالص دنیا سے ہے اور جن کی بنیاد لارڈ میکالے نے رکھی ہے۔ ابتدا میں ہندوستان کے بڑے علما نے اس کی مخالفت کی تھی، مگر زیادہ تر علما نے اس کو زبان دانی اور سلیقہ دانی سمجھ کر اس کی اجازت دے دی، جس کے نقصانات آج مسلمان اٹھا رہے ہیں۔ کیونکہ ان عصری علوم کا تربیت یافتہ اگر عیسائی نہ بھی بنا تو وہ کام کا مسلمان بھی نہیں رہتا۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ’’انگریز نے ہمارا تخت چھینا، ہمارا تاج چھینا، ہمارا دین چھینا اور ہمیں دین پر معترض بنا کر چھوڑا‘‘۔

لسان العصر اکبر الہ آبادی رحمہ اللہ نے اپنے دور میں اس جدید تعلیم کے نقصانات پر شاعرانہ انداز میں بھرپور کلام کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

یہ بات تو کھری ہے ہرگز نہیں ہے کھوٹی — عربی میں منظم ملت بی اے میں صرف روٹی
نئی تعلیم میں بھی مذہبی تعلیم داخل ہے — مگر ایسے کہ جیسے آبِ زمزم تے میں داخل ہے
وہ حافظہ جو مناسب تھا ایشیاء کے لیے — خزانہ بن گیا یورپ کی داستانوں کا

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بھی جدید عصری تعلیم کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے، فرماتے ہیں:

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں — نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

بابا سعدی رحمہ اللہ نے اپنے دور میں صحیح اور غلط علم کے فرق کو اس طرح بیان کیا ہے:

سعدی! بشوئے لوح دل از یادِ غیر حق — علمے کہ رہ درست نہ نماید بطالت است

یعنی ’’اے سعدی! اپنے دل کو ذکر الٰہی کے علاوہ ہر چیز سے دھوڈالو، کیونکہ جو علم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا راستہ نہیں دکھاتا، وہ باطل اور فضول ہے‘‘۔ بہر حال علومِ جدیدہ عصریہ نے اس وقت دنیا کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے کہ اس کے خلاف آواز اٹھانے والے کو لوگ مجنون سمجھتے ہیں، حالانکہ تمام بیماریوں کی جڑ یہی عصری تعلیم ہے، لہٰذا علماء کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کریں اور مسلمانوں کے بچوں کو الحاد کے اس سیلاب سے بچانے کی کوشش کریں۔

تجاویز

اس کوشش کی ایک بنیادی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ پاکستان کے چاروں صوبوں کے اکابر علماء کرام مل کر ’’ہیئۃ کبار علماء پاکستان‘‘ کے نام سے ایک مجلس عاملہ بنائیں۔ اس ادارے کا رئیس کوئی نامور عالم ہو، اس کے ماتحت چاروں صوبوں سے مقتدر علماء کرام کی منتخب شوریٰ ہو، جس کے ارکان متفقہ طور پر اپنے رئیس کے اعلان کے ساتھ فتویٰ جاری کرتے ہوں۔ جدید وقدیم مسائل ہوں یا نت نئے فتنے ہوں، دوٹوک اور واضح الفاظ میں ان کے حل کے لیے اس ادارہ سے فتویٰ صادر ہو، جس سے عوام وخواص اس فتویٰ کی اہمیت کو سمجھیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ مثلاً عصری علوم کے لیے حکومتی سطح پر تیار کردہ نصابِ تعلیم میں جو دفعات قرآن وحدیث سے متصادم ہیں، ان کے خلاف جب علماء کرام کی طرف سے متفقہ فتویٰ آئے گا تو یقیناً پاکستانی عوام اس کو قبول کریں گے۔ اس کا اثر حکومت پر بھی ہوگا، جس سے نصابِ تعلیم کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ اگر نصابِ تعلیم کی اصلاح ہوگئی تو معاشرہ کے ہر شعبہ پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ دیکھیے! سعودی عرب کا نصابِ تعلیم جب اچھا ہے تو سربراہِ مملکت سے لے کر عام چپراسی تک سب کا ایک ہی ذہن اور ایک ہی سوچ ہے اور پاکستان کا نصابِ تعلیم جب سیکولر ہے تو ایک ہی دفتر کے کارندے الگ الگ سوچ رکھتے ہیں، جس سے اتحاد پارہ پارہ ہوگیا ہے اور ملک افراتفری بلکہ طوائف الملوکی کا شکار ہے، پاکستان کی بنیادی خرابی اس کے نظامِ تعلیم کی خرابی کی وجہ سے ہے۔

اس موقع پر میں بعض دینی مدارس اور بعض علماء کرام سے درخواست کروں گا کہ اگر ممکن ہو تو وہ از خود سکولز وکالجز بنا کر حکومت سے منظور کروائیں اور پھر اس میں علومِ عصریہ کے ساتھ علومِ شرعیہ کو شامل کرائیں، تاکہ مسلمانوں کے بچے عصری علوم کے ساتھ ساتھ شرعی علوم سے بھی آگاہ ہوجائیں، اس اقدام سے ایسے ادارے بنانے والوں اور پڑھنے والوں کی دنیا بھی بنے گی اور دین بھی ہاتھ سے نہیں جائے گا، یا اگر بعض علما یہ کام کریں کہ ہر شہر میں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا کے لیے ذاتی طور پر بڑے بڑے ہاسٹل تعمیر کرائیں اور ان طلبہ کو ان ہاسٹلوں میں کرایہ پر بسائیں اور یہ شرط لگائیں کہ یہاں طلبا کی مذہبی تربیت ہوگی، پھر ہفتہ وار اُن طلبہ کے سامنے دینی بیانات کا انتظام ہو، جس میں ان کو دین کے بنیادی عقائد واعمال کی تعلیم دی جائے، اس طرح ان طلبہ کو دنیوی علوم کے ساتھ دینی علوم کی تربیت کا فائدہ حاصل ہوگا اور

ہاسٹل چلانے والوں کو ثواب بھی ملے گا اور اس کے ساتھ دنیا بھی ملے گی، **وما ذلک علی اللہ بعزیز**۔

اس پوری گفتگو سے میرا مقصد یہ ہے کہ علماء کرام دینی علوم کو عصری علوم کی درسگاہوں میں داخل کرائیں اور یہ نہ کریں کہ عصری علوم کو دینی علوم کی محدود درسگاہوں میں گھسائیں، کیونکہ خرابی عصری علوم میں ہے۔ جہاں خرابی ہے، اسی کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

۲:......فنونِ لطیفہ کا چیلنج اور علما کی ذمہ داری

عصر حاضر کے چیلنجوں میں سے ایک تباہ کن چیلنج فنون لطیفہ ہیں۔ فنونِ لطیفہ سے مراد ٹی وی، وی سی آر، کیبل، آڈیو ویڈیو اور طبلے باجے ہیں، جن سے بوڑھے، بچے، جوان اور مرد وعورتیں یکساں طور پر تباہ ہو رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ان فحاشی کے مراکز سے فحاشی کی ترویج ہو رہی ہے، بلکہ ان اداروں سے اَن پڑھ اور دینی علوم سے عاری ملحدین مسلمانوں کے عقائد اور نظریات سے بھی کھیل رہے ہیں۔ اس الحادی یلغار نے ہر شخص کو فضولیات میں پھنسا کر اپنی ذاتی ذمہ داریوں سے غافل کر کے رکھ دیا ہے، جس کی وجہ سے ملک وملت کو بے حد نقصان پہنچ رہا ہے اور ملک کا ہر ادارہ خسارے کا شکار ہے اور لوگ کھیل کود میں گرفتار ہیں۔ اس وقت علما پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے تشکیل کردہ ادارہ ''ہیئۃ کبار علماء پاکستان'' کی طرف سے غنا ومزامیر اور آلاتِ لہو ولعب کی حرمت پر ایک متفقہ فتویٰ صادر کردیں اور پھر عام خطبا اور ائمہ مساجد اس کو عوام تک پہنچائیں اور خود علما اپنی ذاتی زندگی کو ان قباحتوں سے دور رکھیں اور یہ کوشش کریں کہ طبلے وسارنگی اور مزامیر کے بغیر ایسی نظمیں اور ایسے قصائد واشعار عوام میں متعارف کرائیں جن کی شرعی حدود میں اجازت ہو، جیسا کہ افغانستان میں طالبان نے اپنے دورِ حکومت میں عوام کو اس طرح متبادل نظام دیا تھا اور عوام نے شوق سے قبول کیا تھا، اسی طرح حکومت پاکستان کو بھی کرنا چاہیے تھا، جب حکومت نے ایسا نہیں کیا اور علماء کرام اس کی طرف توجہ فرمائیں تو ان کی نجی کوششیں بھی کامیاب ہوسکتی ہیں، **وما ذلک علی اللہ بعزیز**۔

۳:......ثقافتِ غربیہ کا چیلنج اور علما کی ذمہ داری

ثقافت کا لفظ تو بہت عام ہے، مگر میں یہاں ثقافتِ غربیہ سے مغربی اقوام کی تقلید اور ان کی طرزِ زندگی مراد لیتا ہوں، چنانچہ ثقافتِ غربیہ بھی عصر حاضر کے بڑے چیلنجوں میں سے ایک خطرناک چیلنج ہے، مسلمانوں نے بالعموم اور عورتوں اور نوجوانوں نے بالخصوص اس فتنہ کو اس طرح قبول کیا ہے کہ ہر چھوٹے بڑے کے دل ودماغ پر اس کا بھوت سوار ہوگیا ہے۔ مغربی ممالک میں ایک دن اگر لباس کا کوئی نیا فیشن آتا ہے تو دوسرے دن پاکستان کے مرد وخواتین اس کو قبول کرتے ہیں اور پھر اس پر فخر بھی کرتے ہیں، خواہ اس فیشن کا تعلق رقص وسرود سے ہو یا لباس اور اسٹائل سے ہو، خواہ اس کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا چلنے پھرنے اور اُٹھنے بیٹھنے سے ہو، خواہ اس کا تعلق میل ملاقات سے ہو یا القابات وخطابات سے ہو۔ اس طرح مسلم

معاشرہ اپنے تاریخی ورثہ سے دور چلا گیا اور وہ مغرب ویورپ کے معاشرہ میں چھپ کر گم ہوگیا، جس کے ساتھ ساتھ اس کے اقدار واطوار بھی تباہ ہوگئے اور اس کی عزتیں اور عظمتیں بھی پامال ہوگئیں۔ اب حالت یہ ہے کہ آج کے نوجوان اپنی گزشتہ عظمتوں پر فخر کرنے کی بجائے شرم محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح کے فتنوں کے لیے علماء کرام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی ثقافت اور اسلامی معاشرت کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرائیں اور واضح الفاظ کے ساتھ اپنی تحریر وتقریر میں جاہلیت اولیٰ اور جاہلیت ثانیہ جدیدہ کے فرق کو عوام کے سامنے پیش کریں اور اپنے اسلاف کے زریں اصولوں کو خود بھی اپنائیں اور دیگر مسلمانوں کو بھی بتائیں۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے شام کے پادریوں سے ملاقات کے وقت لباس تبدیل کرنے کی درخواست کی تو آپؓ نے فرمایا: ''الحمد لله الذی أعـزّنـا بالإسلام''..... ''تمام تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام کے ذریعہ سے عزت عطا فرمائی ہے''۔ اسی طرح عراق کے گورنر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے جب عراق کے چوہدریوں کے سامنے کھانے کا انداز تبدیل کرنے کی درخواست کی گئی تو آپؓ نے بلند آواز سے کہا: ''أ أدع سنة خليلیّ لهؤلاء الحمقاء؟''..... ''کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے محبوب ﷺ کی سنت کو چھوڑ دوں؟''

ایک طرف تو ہمارے اسلاف کی خود اعتمادی کا یہ نقشہ ہے اور اسلامی ثقافت کا یہ مظاہرہ ہے اور دوسری طرف یورپ ومغرب کی ثقافت کے دلدادہ ہمارے وہ نام نہاد مسلمان ہیں جو پاکستان کے مقتدر ادارہ قومی اسمبلی میں مغرب کی ثقافت اپنانے کی قسم کھاتے ہیں، چنانچہ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی پاکستان کے وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک کی ''تحریک حرمتِ غنا ومزامیر'' کے جواب میں کہا: ''سندھ کا جھومر ناچ، پنجاب کا بھنگڑا ناچ، سرحد کا خٹک ناچ اور بلوچستان کا لیوا ناچ پاکستان کا ثقافتی ورثہ ہے''۔ پھر کرنل حبیب نے کہا: ''یہ لوگ بار بار طوائفوں کا ذکر کرتے ہیں، جبکہ سارے آداب طوائفوں کی کوٹھیوں سے ملتے ہیں، یہ لوگ جاکر وہاں سے آداب سیکھ کر آئیں، میں بیس سال تک خود میوزک ڈانس کے ساتھ رہا ہوں، جو شخص میوزک نہیں جانتا وہ پاک آدمی نہیں بن سکتا ہے''۔ الغرض اس طرح کے آوارہ لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے علما پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ٹھوس بنیادوں پر معاشرہ کی تشکیل کریں اور اس کی صحیح رہنمائی کریں اور آداب شریعت اور اسلامی ثقافت کی نشاندہی کریں اور ''ہیئۃ کبار علماء پاکستان'' اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنا متفقہ فتویٰ جاری کرے، تاکہ ملک کے عام خطبا وائمہ مساجد اس کو عام کریں اور عوام اس کی پیروی کریں، وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔

۴:...... این جی اوز کا چیلنج اور علما کی ذمہ داری

این جی اوز کا مطلب حکومت کے اندر چھوٹی حکومت ہے، عصر حاضر کے فتنوں اور چیلنجوں

میں این جی اوز بھی علماء کرام اور عام مسلمانوں کے لیے بڑا چیلنج ہیں۔ مغربی اور یورپی ممالک کے یہود ونصاریٰ نے مختلف ناموں سے ہزاروں این جی اوز بنائی ہیں جو امداد اور تعاون کے نام سے مسلمانوں میں کام کرتی ہیں۔ ظاہری طور پر تو ان کا کام بڑا خوشنما اور ہمدردی کا بڑا شاہکار ہوتا ہے کہ پل بنا رہی ہیں، سڑک اور ہسپتال تعمیر کررہی ہیں اور پانی کی سپلائی میں مدد کررہی ہیں، لیکن اس کے پیچھے ان اداروں کے بڑے خطرناک مقاصد ہوتے ہیں۔ ایک تو غریب ممالک کے تعاون کے نام سے یہ ادارے عالمی بین الاقوامی فورموں سے بھاری مقدار میں چندہ وصول کرتے ہیں، پھر اس پیسہ کو یہ لوگ اپنے مذہب کی ترویج کے لیے استعمال کرتے ہیں، چنانچہ لاکھوں غریب مسلمانوں کو این جی اوز نے عیسائی یا یہودی بنادیا ہے، مسلمان ممالک میں ان اداروں نے نہایت چالاکی کے ساتھ مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کردیا ہے۔ انڈونیشیا، سوڈان اور بنگلہ دیش وغیرہ ممالک این جی اوز کے خاص نشانہ پر ہیں۔ جنگی حالت میں یہ ادارے کفار کے لیے جاسوسی کا کام بھی کرتے ہیں اور سیلاب زدہ یا زلزلہ زدہ اسلامی علاقوں میں نہایت سرعت کے ساتھ پہنچ کر یہ ادارے مسلمان بچوں کو چوری کرتے ہیں اور پھر اپنے ہاں لے جاکر اپنے مذہب پر ڈال دیتے ہیں۔ ایسے ماحول میں مصیبت زدہ لوگوں کے لیے بھیجے گئے اموال پر بھی یہ لوگ قبضہ کرتے ہیں اور پھر بھاری تنخواہوں پر مسلمان لڑکیوں کو ملازمہ رکھ کر ان کے ذریعہ سے مسلمان گھرانوں میں گھس کر پردہ نشین عورتوں کے گھریلو نظام میں فساد پیدا کرتے ہیں، کبھی حکومت کی سرپرستی میں اور کبھی علاقے کے خوانین اور علماء سوء کے بل بوتے پر علاقے میں پیر جماتے ہیں، پھر فحاشی کے اڈے قائم کردیتے ہیں، اس طرح زلزلہ زدگان کے لیے آیا ہوا مال زیادہ تر یہ لوگ ہضم کرجاتے ہیں۔ افریقہ کے عیسائی ممالک میں یہ ادارے کام نہیں کرتے، حالانکہ وہ قحط کی وجہ سے زیادہ محتاج ہیں، بلکہ یہ لوگ مسلمان علاقوں میں گھس آتے ہیں اور ماحول خراب کرتے ہیں۔ آج کل پاکستان کا صوبہ سرحد اور بلوچستان ان کی زد میں ہیں۔ حکومت پاکستان پر فرض ہے کہ وہ ایسے اداروں کو قابو میں رکھے اور ان کی کڑی نگرانی کرے اور مصیبت زدہ مسلمانوں کی جان وایمان اور ان کے اموال کی حفاظت کرے۔ صوبہ سرحد کے زلزلہ زدگان کو ان کے تباہ شدہ مکان کے عوض صرف ڈیڑھ لاکھ روپے ملتے ہیں، آج کئی سال پورے ہوچکے ہیں، مگر یہ پیسے اب تک مکمل طور پر مصیبت زدہ لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے۔ یہ تاخیری حربے اس لیے ہیں، تاکہ این جی اوز کو ان علاقوں میں اپنے مقاصد پورا کرنے کے لیے زیادہ وقت ملے اور وہ مسلمانوں کی عزتوں سے دیر تک کھیلیں۔

علماء کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ عوام الناس کو این جی اوز کے خطرناک مقاصد سے آگاہ کریں اور عام اہل ثروت مسلمانوں کو ترغیب دیں کہ وہ غریب مسلمانوں کی اپنے ذاتی اموال سے مدد کریں۔ نیز علماء کرام مخلص اور دیانت دار، مالدار مسلمانوں کی مدد سے مؤلفۃ القلوب کے نام سے ایسے

ادارے قائم کریں جہاں سے ان غریب مسلمانوں کی مدد ہوتی ہو، حکومت بھی اس کام میں تعاون کرے، تاکہ غریب مسلمانوں کا ایمان اور عزت وآبرو محفوظ رہ جائے۔ ''ہیئۃ کبار علماء پاکستان'' این جی اوز کی شرعی حیثیت کا تعین کرے، تاکہ این جی اوز اپنی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ اصحابِ قلم علما پر لازم ہے کہ وہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر ملک کے حکمرانوں اور اصحابِ حل وعقد کو اپنے مکتوبات کے ذریعہ سے دین اسلام کی بے بسی سے آگاہ کریں اور ناصحانہ انداز سے دین کی ترقی وحمایت کے لیے ان کی ہمدردی حاصل کریں، میں سمجھتا ہوں کہ ایسے غیر جانب دار خطوط سے بہت فائدہ ہوگا، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

۵:...... جمہوریت کا چیلنج اور علما کی ذمہ داری

جمہوریت کا مطلب ہے: ''عوام کے ذریعہ سے عوام پر عوام کی حکومت، جس میں ہر قسم کی شخصی آزادی ہو''۔ یہ ایک خوشنما جملہ ہے، مگر اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے۔ یہود ونصاریٰ کے نزدیک جمہوریت گویا ان کا ایسا مذہب ہے جس کے ذریعہ سے وہ دنیا کے تمام مذاہب کو منسوخ کرنا چاہتے ہیں۔ جمہوریت کا پہلا وار اسلام پر ہوتا ہے، جمہوریت یہودیت کا ایسا نظام ہے جس میں ذاتی اغراض کا اتنا دخل ہے جس کے سامنے نہ عقل باقی رہتی ہے اور نہ مذہب باقی رہتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سخت تنقید کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں — بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو — جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہوریت کو قرآن کے احکامات کے خلاف قرار دیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ مغربی جمہوریت کو لعنت قرار دیتے تھے۔ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہوریت کو صنم اکبر کے نام سے یاد کیا ہے۔ درحقیقت جمہوریت میں اقلیت کو اکثریت پر حاکم بنایا جاتا ہے جس سے ملک افراتفری کا شکار ہوجاتا ہے، پھر پانچ سال کے بعد نئے انتخابات کا ہنگامہ کھڑا کیا جاتا ہے جس سے ملک کمزور تر ہوجاتا ہے، اس لیے علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عفریت اعظم کے نقصانات سے مسلمانوں کو آگاہ کریں اور تشکیل حکومت کے اسلامی طریقے ان پر واضح کریں اور اسلامی خلافت کے قیام کی ضرورت ان کے سامنے بیان کریں اور ''ہیئۃ کبار علماء پاکستان'' یہ فتویٰ جاری کرے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اسلامی خلافت قائم کریں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہوجائیں، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ میں نے اپنی کتاب ''فتنۂ ارتداد'' اور کتاب ''اسلامی خلافت'' میں جمہوریت کے چودہ نقائص بیان کرکے بہت کچھ لکھ دیا ہے۔

۶:...... عالمی استعمار کا چیلنج اور علما کی ذمہ داری

اپنی نظریاتی اور جغرافیائی حدود کی توسیع پسندی کا نام عالمی استعمار ہے۔ عالمی استعمار کے سائے

میں عالم کفر پورے عالم میں مسلسل آگے بڑھ رہا ہے، لیکن اس کا خاص ہدف مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف کفار کا اتحاد مسلمانوں کے لیے سوالیہ نشان بن چکا ہے۔ ہر مسلمان ملک اس خوف کا شکار ہے کہ کفار کی اتحادی افواج کا اگلا ہدف مسلمانوں کا کونسا ملک ہوگا۔ شدید مذہبی وسیاسی اختلاف کے باوجود یہ طاغوتی طاقتیں مسلمانوں کے خلاف اس طرح متحد ہوگئیں ہیں کہ ان کی کرنسی اور سفر کے قواعد واصول اور پاسپورٹ کا نظام متحد ومشترک ہوگیا ہے، اس وقت تقریباً چالیس کا فرمما لک نیٹو کی شکل میں مسلمانوں کے خلاف بھاری اسلحہ اور جنگی ساز وسامان کے ساتھ میدانِ جنگ میں اتر چکے ہیں اور مسلمانوں کی نسل کشی اور قتل عام کررہے ہیں۔ ارضِ فلسطین وعراق، چیچنیا اور صُومالیہ، بوسنیا اور سوڈان، افغانستان اور پاکستان، کشمیر اور ہندوستان کو ان کفار نے مسلمانوں کے لیے مذبح خانے بنادیا ہے، جہاں پر نہ مسلمانوں کی جانیں محفوظ ہیں اور نہ ان کے اموال وایمان اور سرحدات محفوظ ہیں۔ دوسری جانب اگر مسلمانوں کی طاقت کو دیکھا جائے تو ان کے پاس بہت بڑی طاقت ہے، یہ اگر صالح قیادت اور جذبۂ ایمانی سے محروم نہ ہوتے تو آج پوری دنیا ان کے قدموں کے نیچے ہوتی۔ تعداد کے اعتبار سے مسلمان سوا اَرب تک پہنچ چکے ہیں، جو بہت بڑی تعداد ہے، ان کے پاس ۵۶ رحکومتیں ہیں اور یہ حکومتیں دنیا کے ایسے سنٹرل میں واقع ہیں کہ اگر یہ چاہیں تو پوری دنیا کو ایک ہفتہ میں برّی، بحری اور فضائی راستوں سے جام کرسکتی ہیں۔ مسلمانوں کے پاس دنیا کے ۷۵٪ فی صد تیل کے ذخائر موجود ہیں اور دنیا کی ۴۲٪ فی صد زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہے، سب سے اونچی کرنسی مسلمانوں کے پاس ہے، ان کے پاس سب سے زیادہ قربانی دینے والے جوان موجود ہیں، مگر پھر بھی یہ ملازم ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ مسلمان حکمرانوں کی دین سے بغاوت ہے، خلافت کا فقدان ہے، اور جہاد سے نفرت ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کسی نے خواب میں پوچھا کہ آج کل مسلمان مغلوب کیوں ہیں؟ آپؓ نے جواب میں فرمایا کہ: ''اُمت نے جہاد کو چھوڑ دیا ہے''۔

امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے ''لن یصلح أٰخر هذه الأمة إلابماصلح به أولها ''یعنی اس امت کا آخری حصہ اسی چیز سے درست ہوگا جس چیز سے اس کا پہلا حصہ درست ہوا تھا۔ اسی اصلاحی نسخے کا نام جہاد ہے، جس کے چھوڑنے سے اجتماعی ذلت آتی ہے، کیونکہ جہاد چھوڑنے سے کافر غالب آجائیں گے اور کافروں کے غلبہ سے مسلمان ذلیل ہوں گے، لہٰذا غلبۂ کفر کے راستوں کو روکنے کے لیے علما پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ پہلے حکام کو جہاد کی فرضیت واہمیت سمجھائیں اور حکمران جہاد کا سرکاری طور پر اعلان کریں اور ''ہیئۃ کبار علماء پاکستان'' متفقہ طور پر جہاد کی فرضیت کا فتویٰ صادر کرے اور اس ملک کے علما اور خطبا اس کو عوام الناس کے سامنے بیان کریں۔ اگر سارے مسلمان جہاد کا اعلان کردیں گے تو نہ اسرائیل کا وجود رہے گا اور نہ امریکہ کا غرور رہے گا اور اسلام کا جھنڈا ان شاء اللہ! پورے عالم پر آب وتاب کے ساتھ لہرانے لگے گا، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔